ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS
CC BY NC

صبا نذیر
پی ایچ ڈی اسکالر شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور ۔
ڈاکٹر شائستہ حمید خاں
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

پاکستانیت اور سقوطِ ڈھاکہ

Saba Nazir*
PhD Scholar, Department of Urdu, GC University, Lahore.
Dr. Shaista Hameed Khan
Associate Professor, Department of Urdu, GC University, Lahore.
***Corresponding Author:**

Pakistaniat and Fall of Dhaka

This paper examines the role of Pakistaniat, an ideology that emphasizes a unified Pakistani identity, in the events leading up to the Fall of Dhaka in 1971. The Fall of Dhaka marked the surrender of Pakistani forces to the Indian military and the subsequent independence of East Pakistan, now Bangladesh. Through a historical and political analysis, this paper argues that the imposition of Pakistaniat on East Pakistan contributed to the marginalization of Bengali identity and culture, ultimately leading to the demand for independence. The paper also explores how the military and political establishment's insistence on a unified Pakistani identity fueled the conflict and ultimately led to the downfall of East Pakistan. This research provides new insights into the complex relationship between identity, politics, and conflict in the region.

Key Words: *Pakistaniat, Fall of Dhaka, Bangladesh, Two-nation theory, Ideology of Pakistan, Language, Religion, Socio-Political Justice, Cultural Heritage, National Identity.*

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36

ماخذ تحقیقی مجلہ

پاکستانیت کا تصور باقاعدہ طور پر تو قیام پاکستان کے بعد وجود میں آیا لیکن اس کی بنیاد اسی دن رکھی جا چکی تھی جس دن برصغیر پاک و ہند میں پہلا ہندو ایک نئے مذہب، نئے تہذیب و تمدن، ثقافت اور رسم و رواج کو اپناتے ہندوستان کے باقی تمام مذاہب سے نظریاتی اور عملی طور پر الگ ہو کر مسلمان ہو گیا تھا۔ برصغیر میں مسلمانوں کے کئی سو سال کے دور حکومت میں غیر مسلموں اور اقلیتوں کے مذاہب اور حقوق کا برابر تحفظ کیا گیا۔ انہیں اقتدار میں نمایاں عہدوں سے نوازا گیا۔ اس کے برعکس جوں ہی مسلمانوں سے انگریزوں نے اقتدار چھینا، ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں پر ہندوستان کی سرزمین تنگ ہوتی چلی گئی۔ ان کے متعصبانہ رویے نے مسلمانوں کو اس حد تک مجبور کر دیا کہ ایک الگ ملک کی مانگ ان کے لیے ناگزیر ہو گئی۔ یہی وجہ تھی کہ تحریک جدوجہد آزادی کے دوران نمایاں قیادت کی طرف سے یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ قیام پاکستان کے بعد ریاست پاکستان کا ہر شہری، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، اکثریت ہو یا اقلیت، خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، ریاستی شہری ہونے کی حیثیت سے مکمل مذہبی و قانونی حقوق اور آزادی کا حقدار ہو گا۔ ۳ فروری ۱۹۴۸ کو قائد اعظم محمد علی جناح کی تقریر کے یہ الفاظ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں:

> "حکومت پاکستان اپنے وعدوں کو وفا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جو اس نے اپنے شہریوں کے ساتھ بلا استثناء ذات پات اور عقیدہ مساوی سلوک کرنے کے ضمن میں بار بار کیے ہیں۔ پاکستان ایک ایسی قوم کی امنگوں کا مظہر ہے، جو برصغیر میں اقلیت کی حیثیت رکھتی تھی۔ چنانچہ اب وہ اپنی حد کے اندر آباد اقلیتوں سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا۔"(۱)

پاکستان کا ظہور دنیا کے نقشے پر تاریخی طور پر ایک اہم اضافہ تھا۔ ایک ایسا ملک جو صرف مذہب کی بنیاد پر وجود میں آیا اس نوزائیدہ مملکت، پاکستان کی مناسبت نہ تو کسی قدیم قبیلہ سے تھی اور نہ ہی قدیم مصر اور ایران کی طرح ازل سے یہ دنیا کے نقشے پر موجود تھا۔ یہ نئی عمارت دو قومی نظریہ کی بنیاد پر کھڑی ہوئی، اس کے صحن میں مشترک تہذیب و تمدن، زبان اور ثقافتی ورثہ نے جنم لیا، جس نے مسلم اقلیت کو اس بات کا احساس دلایا کہ الگ ملک ہی ان کی شناخت اور تشخص کا ضامن ہو سکتا ہے۔ تحریک پاکستان ایک فکری اور نظریاتی تحریک تھی، جس کے تحت ہندوستان کے مسلمانوں میں شعور بیدار ہوا اور ایک ایسے سیاسی اور معاشرتی عمل کی ابتدا ہوئی جس نے صدیوں سے محکومی کے جمود کو توڑنے کی کامیاب سعی کی۔ مسلمان چودہ سو سال سے جس فکری و نظریاتی تاریخ کے امین تھے،

انہوں نے اسے ایک خود مختار مملکت میں نافذ العمل کرنے کا پختہ عزم کیا اور کامیاب ٹھہرے۔ قائد اعظم کے یہ تاریخی الفاظ قیام پاکستان کے محرکات مکمل عکاسی کرتے ہیں:

"مسلمان پاکستان چاہتے ہیں، ہمارا مذہب، ہماری تاریخ اور ہماری روایات غیر مسلموں کے تحفظ کی کھلی ضمانت دیتے ہیں مگر ہندو ایک متحدہ ہندوستان کی حکمرانی کی خواہش مند ہیں۔ وہ متحدہ ہندوستان کو ایسی نظر سے دیکھتے ہیں جیسے یہ خطہ زمین ان کے باپ دادا کی موروثی جائیداد ہو۔ ہم نے اس سرزمین پر آٹھ سو سال حکومت کی ہے۔ یہ تمہاری ملکیت نہیں ہے۔ تمہارا سر طاقت کے نشے میں بھر چکا ہے چونکہ مسلمان دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں اور تم ان پر غلبہ پانا چاہتے ہو۔"(۲)

متحدہ ہندوستان میں ہی مسلم اقلیت کو اس بات کا ادراک ہو چکا تھا کہ "آسمان سے گرا، کھجور میں اٹکا" کے مصداق پہلے ایک سو سال تک انگریزوں کی محکومی میں رہنے کے بعد اب ان کے گلے میں ہندوؤں کی غلامی کا طوق پہنا دیا جائے گا جب کہ سیاسی منظر نامہ میں ان کی حیثیت محض ثانوی رہ جانے کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی ،تہذیبی، معاشرتی اور معاشی حقوق کو ہندوؤں کی عددی اکثریت کے پاؤں تلے کچل دیا جائے گا۔ محکومی کے اسی ڈر نے علامہ محمد اقبال کے تصورِ پاکستان کا خواب سچ کر دکھایا۔ مسلمانوں کے اندر جذبہ حب الوطنی کا اصل احساس تو قیام پاکستان کے بعد جاگا۔ اپنائیت کا احساس، اپنا ملک، اپنا دیس اپنے لوگ، مشترکہ نصب العین، مشترکہ تشخص، مشترکہ ثقافتی ورثہ، مشترکہ مذہب۔۔۔۔۔۔۔۔ ان تمام احساسات نے مل کر لفظ "پاکستانیت" کو جنم دیا۔ یہیں سے ملکی سالمیت کے لیے قومی یکجہتی اور اتفاق و اتحاد کے نئے سفر کا اغاز ہوا۔ پاکستانیت ایک ارتقاء پذیر اور متحرک تصور ہے جو قیام پاکستان سے قبل اور بعد کے تاریخی ادوار میں متفرق اشکال اور ہیئتوں میں موجود رہا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد افریقہ، ایشیا اور دنیا کے دیگر حصوں میں ڈی کلونائزیشن کے نام سے ایک سرکردہ طاقت کا راج تھا۔ اس وقت سابقہ نو آبادیاتی ریاستوں کے پاس اپنی تاریخ، اقدار، شناخت اور تشخص کو نئے سرے سے بحال کرنے کے لیے صرف قوم پرستی کا ہی سہارا موجود تھا جسے وہ اپنے مسائل کے آفاقی حل کے طور پر دیکھتے تھے۔ تاہم نو آبادیاتی بحران کی بدولت جب نو آزاد قوموں اور ریاستوں کو اپنے انفرادی تشخص اور پہچان کی بحالی کی جنگ لڑنا پڑتی تھی تو اس وقت کسی بھی قوم، نسل یا ریاست کی مناسبت سے معرض وجود میں آنے والی اس منفرد اصطلاح نے تقویت پکڑی۔ تشخص بنیادی طور پر دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے، پہلے کا تعلق "پہچان" اور دوسرے کا تعلق "اپنائیت یا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36

احساس" سے ہے۔ ایرکسن Erikson کے "نظریہ شناخت" کے مطابق شناخت میں انفرادی، سماجی اور اجتماعی شناخت شامل ہے۔ اس نقطہ نظر کے تحت مذہب اسلام سے تعلق کی وجہ سے تمام مسلمان ایک ہیں، ہندوؤں سکھوں اور دیگر اقوام عالم سے ان کی شناخت الگ ہے۔ اپنی اسی جداگانہ حیثیت کو محفوظ رکھنے کے لیے متحدہ ہندوستان میں "حقوق کے تحفظ" کو منزل مانا گیا۔ دوسری طرف ایک سو سال تک انگریزوں کی مغلوب رہنے والی قوم ہندو کسی بھی طرح مسلمانوں کو سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق دینے پر رضامند نہ تھی۔ آخر کار یہ تمام حقوق پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کو عطا ہو گئے۔ پاکستانی عوام، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب، رنگ یا نسل سے ہو، پاکستانیت ان کی پہچان، شناخت اور تشخص بن گئی۔ پاکستانیت کے اعتبار سے ہر بشر خواہ وہ کسی بھی مذہب و قوم سے تعلق رکھتا ہے، پاکستانی ہے اور آئین و قانون کی نظر میں برابر کے حقوق کا حقدار ہے۔ ڈاکٹر منہاس مجید خان اسی حوالے سے اپنے ایک کالم میں لکھتی ہیں:

> "Pakistaniat represents Pakistan's shared identity and cultural heritage, fostering unity and solidarity among its diverse population."(۳)

"پاکستانیت" سے مراد وسیع قومی شناخت ہے جو علاقائی، لسانی اور نسلی امتیازات سے بالاتر ایک قومی جذبہ ہے، اسی جذبے کو جنون بنا کر قومیں ترقی کی منازل طے کرتی ہیں اور یہی جذبہ قیام پاکستان کا باعث بنا۔ مختلف زبانوں اور مختلف تاریخی پس منظر رکھنے کے باوجود تمام اقوام اس نئی ریاست میں پاکستانیت کے شجر سایہ دار میں خود کو فرد واحد کی طرح محسوس کرنے لگیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبدالردود قریشی اپنے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے میں یوں رقمطراز ہیں:

> "قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی حدود میں ایک نئی قوم پاکستانیت کے نام سے تشکیل پائی۔ اس خطے کی تہذیب، ثقافت، ادب اور جغرافیہ پاکستانی قرار پایا۔ ماسوائے ان باتوں کے جنہیں اسلام میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس خطے میں سو فیصد مسلمان ہی نہیں رہتے بلکہ ہندو، سکھ، کرسچن اور سن ساٹھ کی دہائی تک یہودی بھی رہتے تھے جو بعد میں اسرائیل چلے گئے۔"(۴)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36

ماخذ تحقیقی مجلہ

یوں مملکت خداداد مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کے حقوق کی بھی پاسدار بن گئی۔ ہزاروں میل کے درمیانی فاصلہ کے باوجود دونوں بازوؤں مشرقی اور مغربی پاکستان نے مشترکہ شناخت، مذہب اور یکساں سیاسی مفاد کی خاطر مل کر آزادی کی جنگ لڑی، اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی۔ ان ساری کوششوں نے پاکستان کی صورت میں مل کر دیکھے گئے خواب کو سچ کر دکھایا۔ دو قومی نظریہ، نظریہ پاکستان اور پاکستانیت کے جذبے کے تحت جنگ لڑنے والوں نے جیت تو حاصل کر لی لیکن اصل امتحان قیام پاکستان کے بعد شروع ہوا۔ دشمن ملک کی ریشہ دوانیوں، اکثریت اور اقلیت کی بنا پر ملک میں سیاسی عدم استحکام، بے جا غیر آئینی مداخلت اور ملکی خانہ جنگی نے پاکستانی عوام کے مابین اتحاد و یگانگت کی مضبوط بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔ دو قومی نظریہ نے قیام پاکستان کا سنگ بنیاد تو رکھ دیا تھا لیکن باہمی حقوق میں ناانصافی، حق تلفی، ظلم، سیاسی افراتفری اور انتشار نے ملکی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ دونوں حصوں کے مابین حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ مقصد واحد کے لیے لڑنے مرنے والے عوام آپس میں ہی دست و گریباں ہو گئے اور بالآخر ملک دو حصوں میں ٹوٹ گیا۔

سقوط ڈھاکہ پاکستانی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے جس میں پاکستان کو اپنے ازلی دشمن انڈیا کے ہاتھوں تاریخی شکست کا سامنا کرنا۔ افواج پاکستان نے ہتھیار ڈال کر گھٹنے ٹیک دیے اور انڈیا نے ہزار سالہ غلامی کا بدلہ اتار لیا۔ ساڑھے پانچ دہائیوں کے بعد بھی اس ہزیمت کے قطعی اسباب کے حوالے سے ایک لمبی بحث جاری ہے۔ اسباب تو لاتعداد ہیں لیکن مسلمانان بنگال کے جذبہ حریت اور جدوجہد ازادی کو اگر دیکھا جائے تو مورخ ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ ایک ہم مذہب اور یکساں مقصد کی خاطر جدوجہد کرنے والی قوم کس طرح اپنے ہم وطنوں سے الگ ہو کر اپنی منفرد شناخت بناتی ہے، وہ قوم جو تحریک آزادی کا ہراول دستہ تھی۔ مسلم لیگ (۱۹۰۶ کے قیام سے لے کر قرارداد لاہور (۱۹۴۰) تک اہل بنگال نے آزادی کی ہر تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۶ کے انتخابات میں انہوں نے واضح طور پر پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ ۱۹۴۷ سے ۱۹۷۱ کے دوران ایسا کیا ہوا، جس سے پورا منظر نامہ ہی بدل گیا۔ مشترکہ نظریہ مشترکہ قومی شناخت اور تشخص پارہ پارہ ہو گیا۔ یہ حقیقت عیاں ہے کہ بنگالی عوام کے ثقافتی، معاشی اور معاشرتی حقوق کی نفی کی گئی۔ اردو جو متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندہ زبان تھی، بنگالی مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ ان کے مطابق یہ ان کی شناخت پر حملہ تھا کہ بنگالی زبان کے بجائے اردو کو ترجیح دی جائے۔ مختلف ادوار میں مارشل لا کے نفاذ، سیاسی حقوق میں ناانصافی اور معاشی سطح پر بے اعتدالیوں نے پاکستان کی مشترکہ شناخت پر گزند لگا دی۔ ظلم اور ناانصافی کی بدولت اہل بنگال نے مذہب کے رشتے کو فراموش

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36
ماخذ تحقیقی مجلہ

کرتے ہوئے اپنی الگ شناخت میں ہی عافیت تصور کی۔ صبا نذیر اپنے ایم فل کے مقالے میں اس حوالے سے لکھتی ہیں:

"پاکستان کو دولخت کرنے کی بنیاد جو چیز بنی، وہ بنگالیوں کا احساس محرومی تھا۔ سیاسی طور پر اقتدار میں شریک نہ کرنا اور وسائل اور کلیدی آسامیوں میں حصہ نہ دینا، مشرقی پاکستان کے لوگوں کو پاکستان سے جدا کرنے کا باعث بنا۔"(۵)

پاکستان کی تعمیر میں برصغیر کے تمام مسلمانوں نے بھرپور حصہ لیا لیکن بنگال کے مسلم اکثریتی صوبے نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ تاریخ کی ستم ظریفی کہیے یا کچھ اور! آخر میں یہی لوگ پاکستان سے الگ ہونے پر مجبور ہو گئے۔ مشرقی پاکستان کی وطن عزیز سے علیحدگی محض جنگ ۱۹۷۱ کا نتیجہ نہ تھی بلکہ اس کی ابتدا ۱۹۴۷ سے جاری نامسائد حالات واقعات سے ہو چکی تھی۔ سلیم منصور خالد اس سلسلے میں کہتے ہیں:

"بنگلہ دیش کا قیام کوئی اتفاقی یا حادثاتی واقعہ نہیں تھا بلکہ یہ ہماری حماقتوں اور نااہلیوں سے لکھی ہوئی داستان کا المناک مگر منطقی انجام تھا۔"(۶)

چوہدری رحمت علی نے ۱۹۳۳ میں پنجاب، این ڈبلیو ایف پی (افغان صوبہ)، کشمیر، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل ایک مملکت کا نقشہ پیش کیا اپنے پمفلٹ "Now or Never; Are we to or Live or Perish forever میں جب جغرافیائی حدود اور پاکستان کا نام تخلیق کیا تھا تو بنگال کا ذکر موجود نہ تھا لیکن قائد اعظم محمد علی جناح نے جب مسلمانوں کے حقوق کی جنگ شروع کی تو ان کا مقصد برصغیر کے تمام مسلمانوں کے سیاسی، معاشی، تہذیبی اور مذہبی حقوق کا قانونی تحفظ کرنا تھا۔ ایسے میں بنگالی مسلمان بھی قطع نظر اپنے مسائل کے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے عظیم ملی مفاد کی جدوجہد میں شامل ہوئے۔ پاکستان کے حوالے سے ان کا اپنا انداز اور نقطہ نظر تھا۔، جس کے مطابق مشرقی پاکستان ہر لحاظ سے ایک خود مختار صوبہ ہو گا۔ جہاں ان کی Sab Nationalities ، تہذیب و تمدن، کلچر، زبان اور جغرافیائی ساخت کے مطابق مکمل معاشی اور سیاسی آزادی فراہم کی جائے گی۔ بنگالی مسلمان پاکستان کے ساتھ رہنے کو تیار تھے لیکن اپنے اندرونی معاملات میں مکمل خود مختاری کے خواہاں بھی تھے۔ اپنی بنگالی مسلم شناخت کو نمایاں رکھتے ہوئے پاکستان کے اندر اپنی عددی حیثیت کے مطابق جمہوری اصولوں کے تناظر میں پاکستان کی تعمیر و ترقی میں اپنا حصہ ڈالنا چاہتے تھے۔ اس حوالے سے پروفیسر عزیز الدین لکھتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36

ماخذ تحقیقی مجلہ

"اسلام کے ساتھ گہرا لگاؤ رکھنے کے باوجود بنگالی مسلمان پر بنگالی ثقافت کی گہری چھاپ موجود تھی۔ یہ ثقافت بنگالی ہندو اور بنگالی مسلمان کے درمیان قدر مشترک تھی۔ لوک رقص اور لوک گیت سانجھے تھے۔ شاعر اور ادیب مشترک تھے۔ بنگالی مسلمان اپنی زبان سے محبت کرتا تھا۔ پاکستان کے مطالبے کا مقصد بنگالی زبان و ادب اور ثقافت کو ترک کرنا نہ تھا اور نہ ہی اس کا مقصد کسی مذہبی ریاست کا قیام تھا۔" (۷)

بنگالی مسلمان نا صرف برصغیر کے تمام مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک چاہتے تھے بلکہ اپنے لیے بھی ایسے حل کی تلاش میں تھے جہاں وہ انہیں مکمل بنگالی مسلم شناخت کے ساتھ ساتھ سیاسی اور معاشی ازادی ہو۔ سر فضل الحق، خواجہ ناظم الدین، حسین شہید سہروردی، شیخ مجیب الرحمن، عبدالحمید بھاشانی، مولانا اکرم خاں، تاج الدین احمد، عطاء الرحمن، کریم الدین احمد، شمس الحق، ابو المنصور احمد جیسے تمام بنگالی سیاسی رہنما تحریک پاکستان کے سرخیل رہے ہیں۔ بنگال میں مسلم لیگ کی مقبولیت، حکومت اور تقسیم کے حق میں عوام کا فیصلہ بھی، ان ہی راہنماؤں کی بدولت ممکن ہوا۔ تمام تر سیاسی اختلافات کے باوجود تمام رہنماؤں کا ایک نقطہ پر متفق ہونے کی وجہ صرف مشرقی بنگال کی وفاقی پاکستان میں خود مختاری کی امید تھی۔ حسین شہید سہروردی کا "متحدہ بنگال پلان "فضل الحق,ابو الہاشم اور مولانا عبدالحمید بھاشانی کے جذبات اس حوالے سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ قرارداد لاہور میں بھی مشرقی بنگال کو ایک خود مختار صوبہ بنانے کی یقین دہانی کرائی گئی، جس کے مطابق جغرافیائی طور پر متصلہ علاقوں کی حد بندی ایسے علاقوں کے ساتھ کی جائے گی جن میں مسلم اکثریت ہو مثلاً ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصوں کی تشکیل ایسی ریاستوں کے ساتھ کی جائے گی جن کی مشمولہ وحدتیں خود مختار اور مقتدر ہوں لیکن پاکستان بننے کے بعد مندرجہ بالا تمام آفاقی اصول نظر انداز کر دیے گئے اور ہر طرح کی سیاسی جدوجہد کو فراموش کر کے جغرافیائی رکاوٹوں، مصلحتوں اور مجبوریوں کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ انڈیا کے ڈر اور ملک کے خراب حالات کے بہانوں میں بنگالیوں کے حقوق کو الجھا دیا گیا۔ مریم مستور کے بقول:

"The principles of social justice and equity mentioned by Jinnah as structural fundamentals for Pakistan were forgotten in the early years of Pakistan's existence." (۸)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36
ماخذ تحقیقی مجلہ

جمہوریت کثرتیت، تنوع، خود مختاری اور جامعیت کی نفی کی گئی۔ سانحہ سقوط ڈھاکہ ہر زاویہ نظر سے محققین کے زیر بحث رہتا ہے، لیکن دو قومی نظریہ، نظریہ پاکستان، مشترکہ قومی تشخص اور پاکستانیت کے نقطہ نظر اس عظیم سانحہ کے اسباب پر تحقیق و تنقید علمی حلقوں کا خاص موضوع ہے۔ بنگلہ دیش کے ظہور نے پاکستانیت، مشترکہ قومی شناخت اور دو قومی نظریہ پر ایک کاری ضرب رسید کی۔ انڈیا شروع سے ہی دو قومی نظریہ کے خلاف تھا۔ اندرا گاندھی کی حکومت بے تاب تھی کہ کب دو قومی نظریہ کو ختم کرے۔ صفدر محمود اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"بھارت نے پاکستان توڑنے کی مکمل تیاری کر رکھی تھی۔ اندرا گاندھی مسلسل پاکستان کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔"۔(۹)

بعد ازاں اندرا گاندھی کے ان الفاظ نے "سونے پر سہاگا" کا کام دکھایا کہ We have drowned the two Nation-theory in the Bay of Bengal. ان الفاظ نے سقوط ڈھاکہ میں بھارت کی طرف نبھائی گئی دشمنی پر تصدیق کی مہر ثبت کر دی۔ اہل بنگال پاکستان سے الگ ہوئے تو نظریہ پاکستان سے ان کا ناتا خود بخود ہی ختم ہو گیا، جبکہ دو قومی نظریہ ایک اٹل حقیقت بن کر ہمیشہ سے زندہ ہے، جنید امجد اپنے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"However after the emergence of Bangladesh in 1971, questions emerged regarding the two-nation and Islam's position regarding national unity and identity. Does Bangladesh's creation indicate that the two-nation theory is no longer applicable? Or did the two-nation theory appear to be a fallacy after the founding of Bangladesh" (۹)

سقوط ڈھاکہ جہاں فوجی محاذ پر ایک بڑی شکست تھی، وہاں نظریاتی محاذ پر بھی ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ پاکستان میں مختلف قومیت کے لوگ مشترک زبان اور مذہب کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ رہے جبکہ بنگال اور پاکستان میں ہزاروں میل کا فاصلہ ہونے کی وجہ سے تجارتی معاملات اور آپس کے تعلقات مضبوط نہ ہو سکے۔ جغرافیائی حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف مذہب کے سہارے چوبیس سال تک متحدہ پاکستان ایک ساتھ چلتا تو رہا لیکن ظلم اور ناانصافی کے طوفان نے پاکستان کے وجود کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہی دم لیا۔ بنگلہ دیش کا

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36

ماخذ تحقیقی مجلہ

ظہور اور انڈیا میں شامل نہ ہونا یہ ظاہر تو کرتا ہے کہ دو قومی نظریہ تو ختم نہیں ہوا لیکن پاکستانیت اور مشترکہ قومی شناخت کا وجود ختم ہو گیا۔ عبد الودود قریشی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"پاکستان کا ایک بازو اس سے الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا مگر بھارت میں ضم نہیں ہوا اور اپنے اپ کو ایک اسلامی ملک قرار دے دیا۔ دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ایک اور مہر تصدیق ثبت ہو گئی۔"(۱۰)

"پاکستانیت" پاکستان میں ایک انمٹ نظریاتی حقیقت ہے اور مشترکہ قومی تشخص اس میں زندگی کی علامت ہے۔ اس میں رہنے والا ہر فرد پاکستانیت کے ناطے ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔ ہر فرد کی جیت ہار مشترک ہے۔ اسی قومی یکجہتی سے قومیں ترقی کی منازل طے کرتی ہیں۔ سقوط ڈھاکہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی محاذ پر پاکستان کی ناکامی کی ایک المناک داستان ہے۔ پاکستانیت ایک جامع جذبہ ہے جو پاکستان کے وجود کا ضامن ہے۔ سقوط ڈھاکہ سے عبرت حاصل کرنا اور قوموں کو یہ باور کرانا انتہائی ضروری ہے کہ مشترک زبان، کلچر اور مذہب کی بنیاد پر کسی بھی ملک کو اکٹھا جوڑ کر نہیں رکھا جا سکتا جب تک اس میں مساوات، صلہ رحمی اور حقوق کی پاسداری کو یقینی نہ بنایا جائے۔ ناانصافی، ظلم اور حق تلفی سے کسی بھی گھر یا ملک کو ٹوٹنے سے نہیں بچایا جا سکتا۔ پاکستان "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" کے نعرے پر تعمیر ہوا تھا لیکن چند ہی سالوں کے تلخ حالات و واقعات نے ملک کو توڑ کر رکھ دیا۔

حوالہ جات

۱- قائد اعظم محمد علی جناح، تقاریر و بیانات ۴۸-۱۹۴۷، شائع کردہ حکومت پاکستان وزارت اطلاعات و نشریات ۱۹۸۹، ص ۱۶۲

۲- جیلانی کامران پروفیسر، قائد اعظم اور آزادی کی تحریک، دسمبر ۱۹۹۰، ص ۱۴۵

3- Dr minhas Majid Khan, Preserving Pakistaniat as a unifying force: Pakistan OBSERVER

۴- عبد الودود قریشی، ڈاکٹر، اردو مضمون نگاری میں پاکستانیت کے عناصر (قیام پاکستان تا ۲۰۱۵) مقالہ پی ایچ۔ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام اباد، فروری ۲۰۱۸، ص ۲

۵- صبا نذیر، مشرقی پاکستان کا بحران اور اللہ میگھ دے، مقالہ ایم فل اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور، ۲۰۱۵، ص ۱۰۴

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-36
ماخذ تحقیقی مجلہ

۶- سلیم منصور خالد، البدر، لاہور: ادارہ مطبوعات طلبہ، ۱۹۸۵، ص ۲۱

۷- عزیز الدین، پروفیسر، کیا ہم اکٹھے رہ سکتے ہیں؟، لاہور: مکتبہ دانش، نومبر، ۱۹۹۲، ص ۳۴

8- Maryam Mastoor, The Road to Dismembersment of Pakistan 1971, Focus Issue 1, 2015 Institute of Regional Studies, Islamabad, p. 4

9- Junaid Amjad, The question of Pakistan's National Identity: A study of Islamist and secularist Narratives, PhD thesis, School of Humanities and Communication Arts, Western Sydney University March: 2022 P-174

۱۰- عبد الودود قریشی، ڈاکٹر، اردو مضمون نگاری میں پاکستانیت کے عناصر (قیام پاکستان تا ۲۰۱۵) مقالہ پی ایچ۔ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام اباد، فروری ۲۰۱۸، ص 3